جنون و حکمت

(رُباعیات)

از جوشؔ ملیح آبادی

"بر کفے جامِ جنوں و بر کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن"

کلیم بُک ڈپو، دریا گنج، دہلی

بار اوّل

قیمت ؁

سنہ ۱۹۳۷ء

(محبوب المطابع برقی پریس دہلی)
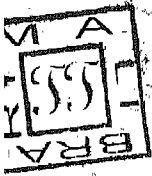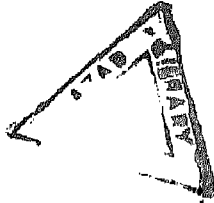
دل رسم کے سانچے میں نہ ڈھالا ہم نے
اسلوب سخن نیا نکالا ہم نے
ذرّات کو چھوڑ کر حریفوں کے لئے
خورشید پہ بڑھ کے ہات ڈالا ہم نے

شاعر کی راتیں

شاعر انقلاب نے چند راتوں کی مختلف کیفیتوں کو اپنے خاص وجد آفریں اور کیف آور انداز میں بیان کیا ہے، جنھیں پڑھکر ہر شخص اپنے کو اسی ماحول میں محسوس کرنے لگتا ہے، راتوں کی تفصیل حسب ذیل ہے،

مست رات	بدمست رات
راز و نیاز کی رات	انتظار کی رات
اندھیری رات	چاندنی رات
جوانی کی رات	تصورات کی رات
التفات کی رات	جدائی کی رات
اشکوں کی رات	برسات کی رات
ربودگی کی رات	بیخودی کی رات
سرشار رات	بھیگی ہوئی رات
تصورات کی رات	بچپن رات

پیا بن ناگن کالی رات

قیمت صرف آٹھ آنے

محصول ڈاک بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ

کلیم بکڈپو، دریا گنج، جینتی نواس، دہلی

پیغمبر اسلام

خواجۂ دوجہاں سرور کائنات آنحضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت اور رسالت پر شاعر انقلاب حضرت جوش ملیح آبادی کا وہ غیر فانی شہ پارہ جس کی رفعت و عظمت کے سامنے قصر کفر سرنگوں ہوتا ہے، اثبوت پیغمبری کے باب میں اس لافانی شاہکار کے انوکھے استدلال دل میں تیر کی طرح اترتے چلے جاتے ہیں، اس کے ازلی الہامات سے دماغ میں یزدانی نور سرایت کرجاتا ہے، اس کے دلائل قاطع کے سامنے ادراک منطق چھپاٹنا بھول جاتا ہے، شاعر انقلاب پر جب ایک خاص سرشاریت کا عالم طاری ہوا، اسی وقت انھوں نے یہ نظم کہنا شروع کردی۔ عالم بیخودی میں چار روز کی ریاضت شاقہ اور یکسوئی قلب سے جو کچھ حاصل ہوا، صرف وہی صفحۂ قرطاس پر تحریر کیا گیا، جب تک یہ نظم مکمل نہ ہوئی حضرت جوش نے کچھ کھایا نہ پیا، اور نہ خلوت سے باہر تشریف لائے۔

قیمت صرف آٹھ آنے

محصول بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ

کلیم بکڈپو، دریا گنج، جینتی نواس، دہلی

Naqvi's Achive Pakistan or Perish

حقائق

God does everything for our good.

تا بود دلم، ز علم محروم نہ شد

کم بود ز اسرار کہ مفہوم نہ شد

اکنوں کہ ہمی بنگرم از روئے خرد

معلومم شد کہ ہیچ معلوم نہ شد

(خیّام)
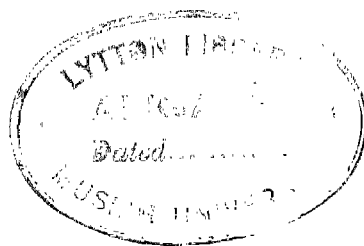
اپنے ہی دماغ و دل کا مقہور رہوں میں
خود اپنے ہی دل میں ایک ناسور ہوں میں
واقف ہوں کہ سوچنے میں ہے جی کا زیاں
کیا کیجیے، سوچنے پہ مجبور ہوں میں!

(مصنّف)

(۳)

تیسیری نظارہ انتظار بھی ہیں

اثبات شہود و شوق دیدار بھی ہیں

اس قادر مطلق کا جہاں تک ہے سوال

انکار بھی ہیں جہاں ہے اور اقرار بھی ہیں

---

(۴)

ہنسنا بھی عجیب ہے تو رونا بھی عجیب

پانا بھی ہے طرفہ بات کھونا بھی عجیب

اس قادر مطلق کا اداوصاف نہ تن

ہونا بھی عجیب ہے نہ ہونا بھی عجیب

(۵)

اے دل کا فلک نقاب تیرے آگے
کھل جائے گی ہر کتاب تیرے آگے
ہو جائے گا جب عارف یک ذرۂ خاک
جھک جائے گا آفتاب تیرے آگے

(۶)

آزادیِ فکر و درسِ حکمت ہے گناہ
دانا کے لئے نہیں کوئی جائے پناہ
اس دورِ تہذیب کے فرزندِ رشید
ہیں مذہب و قانون عیاذاً باللہ

(۷)

ہے علم کی پیاس ہی نہ آیا اب تک
ساحل پہ سفینہ ہی نہ آیا اب تک
اک نوچ کھسوٹ ہے خوشی کی باہم
انسان کو جینا ہی نہ آیا اب تک

(۸)

یہ زندگی عمل ہے بے نغمہ و صوت
اس دائرے میں ولولۂ روح ہے قوت
یک رنگی و یکسانیٔ اسلوب حیات
دراصل ہے ایک سانس لیتی ہوئی موت

(Monotony of life)

(۹)

دل ہوتا ہے رو براہ کاہے کاہے
رو لیتے ہیں بھر کے آہ کاہے کاہے
اس در سے کہیں قوی نہ بن جائے گذر
کر لیتے ہیں ہم گناہ کاہے کاہے

(۱۰)

پایانِ عمر آسان ہوا جاتا ہے
بیچارہ پریشان ہوا جاتا ہے
گھٹتا ہے تو آتا ہے فرشتوں کا ہجوم
بڑھتا ہے تو شیطان ہوا جاتا ہے

(۱۳)

آزاد ہو روح جسمِ فانی سے جیسے
یا چھٹ کے قفس سے کامرانی سے جیسے
کچھ بھی ہو اختلافِ قلب بے چین ہیں ہم
یوں جنگ کہ زندگانی سے جیسے

(۱۴)

دنیا ہے فقط رنج ہی پانے کے لئے
ہستی ہے جہاں میں ستم اٹھانے کے لئے
لازم ہے کہ دو دن بھی تو ہنس لیں کھل کے
جب جینا ہے بنا ہے رلانے کے لئے

(۱۵)

پھولوں کی اگر ہوس ہے بہاروں کو نہ دیکھ
عشرت کی ہے دھن تو سوگواروں کو نہ دیکھ
تعمیرِ حیات ہے اگر پیشِ نظر
پھر سیمیں بنے ہوئے مزاروں کو نہ دیکھ

(۱۶)

ناگفتہ ہیں آج تک فسانے لاکھوں
لب تشنۂ ساز ہیں ترانے لاکھوں
انسان کا دل تو ذرا سے بندۂ یاس
ہیں اپنی فطرت کے خزانے لاکھوں

(۱۷)

اے زاہدِ حق شناس و اے عالمِ دین

حضرت کا مقام ہے فقط حق الیقین

انسان ادھی میں رہا ہے گم ظن و تخمین

اور آپ کو ہے قربِ قیامت کا یقین

از حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ (رباعی)

---

(۱۸)

انصاف اپنوں کا چاہ دینے والے

حسّان کو بھی نگاہ دینے والے

سچ ہے کہ حسن میں بھی تقدیر

دل کو بھی تسکین گاہ دینے والے

(۱۰)

ہر روح میں اُسکو پاتا ہیں نے

ہر شے کا نشانات چھپاتا ہیں نے

سب جان چکا تو اے حریف دیوانہ

ہیں کچھ نہیں جانا یہ جانا ہیں نے

---

(۱۱)

طاعت کا سراغ جب لگا پایا ہم نے

سب سلسلۂ زہد ڈھایا ہم نے

باقی نہ رہا علم کا حجاب ترک سے کر

سب جا کے مقام جہل پایا ہم نے

(۳۱)

کیا بات ہوئی کہ رو رہا ہے ناداں؟

کیوں مفت میں جان کھو رہا ہے ناداں

نالاں ہے کہ سخت ہے زمانے کی گرفت

یہ تجھ سے مذاق ہو رہا ہے ناداں

---

(۳۲)

گرداب سے کھیل کر ابھرنے والے!

ممنون ہے تجھ سے اے نہ ڈرنے والے

اس ارض کا تحفظ فقط ہو قبول

فردوس میں اسے آگاہ کرنے والے!

(۲۹)

سب کہتے ہیں تا لحد رہا بچپن
صرف اتنا سا ہوا ہے پیری کا چلن
ہم اپنے کھلونوں کے بدل لیتے ہیں
اطفالِ بزرگ" یعنی پیرانِ کہن"

(۳۰)

تھے پہلے کھلونوں کی طلب میں بیتاب
پھر حسن کے جلووں کے رہے محوِ خواب
اب ہیں زن و فرزند پہ دل سے قربان
بوڑھے ہیں، مگر ہنوز بچے ہیں جناب!

(۲۱)

گل پہ ہیں نقش پُرکشش دستِ باری کا ہنر

چلیاں ہے جو ل باد بہاری کا ہنر

انساں کی بہتری کا درس ہے سرود

فطرت کی بہتری ہے جاری کا ہنر

(۲۲)

ہستی کا نشاں ہے نہ سرشاری ہے

انسان پہ کس خدا کا ایسا طاری ہے

اور اس پہ طرہ کہ نیند بھی جاتی ہے

خود موت بھی خواب سے کہیں پیاری ہے

(۳۹)

وہ کھل کر مسکرائے جاتا ہے
یہ دل پر اضطراب آئے جاتا ہے
اک عمر سے انکار پہ ہاں کے جواب
اور دل ہے کہ ان سے کرائے جاتا ہے

---

(۴۰)

تھا جان چمن جن کا ترانہ اک ارمان
آہ کیا ان کا افسانہ اک ارمان
سرخی ہے آج حقیقت ہے دنیا
بن جائے کہیں نہ افسانہ اک ارمان

(۴۵)

چشم شمع میں پروانہ ہوئی جاتی ہے
ہر زلف پریشاں نہ ہوئی جاتی ہے
تحصیل کی ندرت میں بہ حقیقت سے آگیں
زیادہ گراں نہ ہوئی جاتی ہے

(۴۶)

صدموں میں بچا ہے تالم نے جیناں
چھیتی کی گلاب ہو تشبیہ سے اور پیار
کھینچی ہوئی ادائی میری جانب پیچی
کیسا بانکپن اس سے ٹھہرا

(۱۳)

اک مردِ حق آگاہ نظر آتا ہے
اک کافر و گمراہ نظر آتا ہے
اس کشمکش سراسیمہ میں یہ دو رنگی کیسی
مامور من اللہ نظر آتا ہے

(۱۴)

مجبور ہیں بیچارے ہیں بیچارہ اسیر
اک بندۂ مجبور کی آخر تقصیر
آواز تو دو کوئی کدھر ہیں احسن
ماحول و وراثت و سرشت و تقدیر

(۵۳)

یہ کیسی عصمت ہے پشیماں کیوں ہے
وابستۂ اصطلاحِ عصیاں کیوں ہے
ممکن نہیں اک سانس بھی نیت کے خلاف
ہر فعل عبادت ہے پشیماں کیوں ہے

(۵۴)

ہاں سر و حیات سے یکتا ہیں یہ راز
آغاز انجام ہے تو انجام آغاز
دنیا ہے زمانہ ہے ازل کی ہستی
دل ہے کہ اسی ہے تصور کی آواز

(۵۵)

جب سے معدوم ہیں نگاہیں لاکھوں
سرگرداں مقصود اور راہیں لاکھوں
بے پیر ہے کاروانِ نسلِ انساں
پیشیں نغمہ ہے اور آہیں لاکھوں

(۵۶)

سب نقش ہیں ایک حقیقت ہم نہیں
محدود ہیں اس طرح کہ معدوم ہم نہیں
پابند ہیں ایک قوتِ اعلیٰ کے ہم ضرور
اس سے آزاد ان کیا ہیں یہ معلوم ہم نہیں

(۱۵۵)

اس دہر میں تا دیر نہیں رہنا ہے
یا تیر زدی سے کوچ کرنا ہے
بس زندہ ہوں ایک اس کی تابندگی کے طفیل
پیچھے نہیں ہے فائدہ کرنا ہے

---

(۱۵۶)

ایسا نہیں بنایا تجھ سا شق انساں کوئی
ہو جس سے نہ بیزار و گریزاں کوئی
انسان وہی ہے در حقیقت جس کا
یزداں کوئی کا بنا ہو نہ شیطاں کوئی

(۴۳)

احقر نہیں کوئی ناتواں سے بڑھ کر
ابتر نہیں کوئی ناتواں سے بڑھ کر
اندوہ سے تیرہ بخت فلک کے غم سے بیش
لاغر نہیں کوئی ناتواں سے بڑھ کر

(۴۴)

ہر صبح ہے شام بے نوا کے آگے
ہر نغمہ ہے فریاد گدا کے آگے
مفلس کا وہی حال ہے جیسا کہ شمع
بیکس کی جو بات ہے صبا کے آگے

(٦٥)

ہر صاحبِ جوہر کو بیکس سر ہے

فطرت کو زبونی سے زبونی میں سیر ہے

افلاس کو کھینچا ہے ایماں کی طرف

سبقت میں بیس ہیں تو کافر ہے

---

(٦٦)

ہاں ہیچ ہے گو کیسی ہی سلطان کی تیغ

انسان ہے کھینچے ہیں وہ انسان پہ تیغ

لیکن ترا آہن تن کو دیتے عیسیٰ نہیں

عصیاں سے بچو حشر کو نادان پہ تیغ

(۷۱)

پھر اس کے نہیں خلاف ہونے والا
مطلع یہ نہیں ہے صاف ہونے والا
ہاں دل کے رہے گی تنگ دستی کی سزا
یہ جرم نہیں معاف ہونے والا

(۷۲)

ناہی ہوتی دانش سے حماقت بہتر
ناپختہ ذہانت سے غباوت بہتر
جو راہ طلب میں بیٹھ جائے تھک کر
اس علم قلیل سے جہالت بہتر

(۴۳)

شہد شر سے زہر بناتی ہے عقلِ انساں
شہد اِس سے بناتی ہے عقلِ انساں
تحقیق کی منزلیں ہیں، عیب آزمائیں
ہر گام پہ پاتی ہے عقلِ انساں

(۴۴)

ہر نطق پہ اک گفتگو جاری ہے
ہر گام پہ اک آنچ جاری ہے
حیوان و نباتات و جماد و انساں
ہر نبض میں ایک ہی لہو جاری ہے

(۴۱)

تقدیر کے دائرے میں آنا ہی پڑا
تنکے کے شیشے پہ چھلکانا ہی پڑا
واقف تھیں یہاں گل سے کلیاں لیکن
پھولوں کی جگہ ان کو بن کے آنا ہی پڑا

---

(۴۲)

اپنی ہی اگر ذات میں تو انسان ہے آج
کل صاحب تہذیب تھا حیران ہے آج
جو وقت کے انصاف سے غافل ہے بہت
وہ دیر سے انصاف کا خواہاں ہے آج

(۸۵)

میں بیر و درد کا رکھتا شیطان
دل بت اپنی بنا رکھتا شیطان
انسان کی خباثت سے جو ہوتا آگاہ
کر سجدہ نہیں انکار کرتا شیطان

(۸۶)

افسوس کہ آدمی واقف منزل نہ ہوا
ناقص ہی رہا ہمیشہ کامل نہ ہوا
نادان پیدا ہوا تھا نادان ہی مرا
انسان کو کبھی مبلغ حاصل نہ ہوا

(۸۳)

یہ عقل زبوں ہٹا کے چھوڑے گی مجھے
یہ آتش غم جلا کے چھوڑے گی مجھے
یہ راز کی پیاس خون پی لے گی مرا
یہ علم کی بھوک کھا کے چھوڑے گی مجھے

(۸۴)

واعظ عقل سے کیا کیا نہ سمجھے ہیں اب تک
کیا کیا نہ پہیلیاں خون سمجھے ہیں اب تک
پھر بھی یہ جرائم روایات کہن
انساں کی طرف رینگ رہے ہیں اب تک

(۹۱)

جب فکر نے راہ پر لگایا مجھکو
حکمت نے جب آئینہ دکھایا مجھکو
ذرات سے لے کے تابہ انجم واللہ
جز اپنے کوئی نظر نہ آیا مجھے

(۹۲)

کہنے کو تو ایک بات کہتا ہوں میں
پر فلسفۂ حیات کہتا ہوں میں
جب میری زبان سے "میں" نکلتا ہے ندیم!
اس پردے میں "کائنات" کہتا ہوں میں

(۹۳)

محدود ہے جہل سے محبت میری
ہستی میں دوئی یعنی ہے وحدت میری
کس بات پہ محسوس ہو وراے احساس
اس درجہ وسیع ہے وسعت میری

---

(۹۴)

دل بستہ ہر ایک فرد ذات سے ہے
روزی سے ہے یہ تنگی وہ خیالات سے ہے
یہ جیب کی اک طرف بلا ہے حاجات سے ہے
وہ تنگیٔ جاں بھی یاں کی حالات سے ہے

(۹۵)

عامی نے تجلیات سے تعبیر کیا
عالم نے تعینات سے تعبیر کیا
اس ارض و سما کے ذرّے ذرّے کو مگر
عارف نے نقطۂ ذات سے تعبیر کیا

(۹۶)

بی جبر کے بیاں سے کوئی اظہار ہوا
صدیوں سے کہ صحبت کا بھی یارا نہ ہوا
انساں کا کسی حال میں جب پیش نہ تھا
بیچارا انسانیت سے آگاہ نہ ہوا

(۹۷)

ہنگامۂ مہر سے جو دو دور اپیل لے لے
اے یار جس اشعور اپیل لے لے
ہنگامۂ پیچ جان سے ہے یہ کمال
سیمن پتہ پتہ سے تو دو اپیل لے لے

---

(۹۸)

کیا جانے یہ چیز مزہ رو دیتا کیوں ہے
دل رنج و الم سے سر دیتا کیوں ہے
افسوس کہ اپنا ہی نہیں ہے ہم سے
کانا پیچ سے دور دیتا کیوں ہے

(۹۹)

چھانی ہر چیز اک خدائی ہم نے
کیا کیا نہ یہاں خاک اڑائی ہم نے
واللہ کہ خشکی و تری میں کوئی شے
انساں سے عجیب تر نہ پائی ہم نے

(۱۰۰)

کچھ بھی نہیں اس دہر میں الا افسوس
افسوس ہے اے نظامِ دنیا افسوس
غم ہی کا نتیجہ غم ہو اتنا ہی نہیں
غم تو ہے خوشی کا بھی نتیجہ افسوس!!

(۱۵۰۱)

جہالت میں تیغ جو چمکاں سے بیاباں

بہاروں میں زنجیراں ہے بیاباں

بہیت کی برادری سے دل اٹکتے ہیں

انسان کی برادری کہاں ہے بیاباں

(۱۶۰۱)

تجب ہے کہیں، تیغ عریاں کہیں

صرصر ہے کہیں، دریا طوفاں کہیں

انسان کہاں ہے کس سے پیار کرے

پاپی کہیں ہندو ہے مسلماں کہیں

(۱۰۰)

پیچیدہ ہو جو لا نکلا طوفاں افسوس

بانیٔ تعصب ہوا اور انساں افسوس

دریا قبیلے ہیں، جا رہے ہیں مرتے ہیں

افسوس ہے بیچ ہے سرنظر ایماں افسوس

(۱۰۱)

اسلام ہے ملکی، نہیں دل کی نجات

نسبا ہے، یہ نہیں آئین حیات

جب جبر تفرقہ ہی کا ہے یہیں لقب

دراصل ہے وہ ہم ابد طویل الکلمات

(۱۰۹)

واقف ہوں اگرچہ ہستیِ فانی کیسی ہے
پر پوچھوں تو آہ و نوحہ خوانی کیسی ہے
بے سعی و عمل سے زندگانی کس سے
لیکن یہ کھلا کہ زندگانی کیسی ہے

(۱۱۰)

افسوس کہ کوئی کام ہوتا ہی نہیں
جا پہنچے یہاں تک یہ الم ہوتا ہی نہیں
شیدا سے تمام ہو چکا سے نہیں
اب تک یہ سلام ہوتا ہی نہیں

(۱۱۱)

انساں کی جس قدر بھی طرّاری ہے
بس وقت گزارنے کی عیّاری ہے
افسوس کہ بے معرفتِ رازِ حیات
جینا اتنی شدید بیکاری ہے!

(۱۱۲)

اک پل مرنا ہے اور اک پل جینا
مرنا ہے چین، اور ہے کل جینا
اک سانس میں زندگی ہے، اک سانس میں موت
ممکن نہ ہوا کبھی مسلسل جینا

(۳۱۱)

جہاں میں قانون سزا جاری ہے
ہستی کا نہیں ایک تسلسل جاری ہے
انساں پہ یہ زندگی ہے ایک تو مرنا
بیمار پہ پیدائش بہت بھاری ہے

---

(۳۱۲)

کیا جانے وہ ہستی ہے کہ اللہ اللہ
ہر گام پہ ہوتا ہے یہاں ہمراہ
ہر ستر ازل ہے سر ابد ایک ہی میں
جب تک نہ فنا ہو کوئی ہوتا نہیں آگاہ

(۱۵)

کھلتے نہیں عقدہ ہائے اسرارِ حیات
رہتے ہیں نقش ہائے اسرارِ حیات
تحقیق ہو کیا بیاں انساں کی جاں ہے
اسرارِ حیات ہائے اسرارِ حیات

---

(۱۶)

دل آتشِ حکمت سے پگھل جاتا ہے
جو بھول سے آئین سے نکل جاتا ہے
معلوم نہ ہو سکا ازل سے یہ زیاں
ادراک کا زینہ ہی بدل جاتا ہے

(۱۷)

اس دہر میں اک نفس کا دھوکا ہوں میں
بجلی ہوں، بگولا ہوں، چھلاوا ہوں میں
گھبرائی ہوئی ہے تیری روحِ تحقیق
ہر ذرہ پکارتا ہے دنیا ہوں میں

(۱۸)

صدہا آنکھیں ہیں یاں جستجو بھی ہیں
سو ہا زباں ہیں اور سخن گو بھی ہیں
لاکھوں موجود تو ہیں پر زندہ نہیں
دو بھی نہیں جو زندہ بھی موجود بھی ہیں

(۱۱۹)

مژگاں نے نزاعِ غمزہ و ایماں کر دوں
اضداد کا رابطہ بیاں کر دوں
اپنے دل سے اگر اٹھا دوں میں نقاب
کیا دیر ہے؟ خود حرم کو ویراں کر دوں

(۱۲۰)

اسرار حقیقت ہے بہ آئینۂ مجاز
اے سلسلہ نیک تری عمر دراز
برہم ہائی طلسم گیا بیدل کا حجاب
آتی ہی رہی دیر و حرم سے آواز

(۱۲۱)

چھالا سا اک پک رہا ہے میرے دل میں
شعلہ سا بھڑک رہا ہے میرے دل میں
ہر شے پہ یہی کھٹک سی پہنچی ہوئی آتی
اک درد کھٹک رہا ہے میرے دل میں

(۱۲۲)

ہر راہ میں شب جویاں پایا دیکھا میں نے
انسان کو سرگرداں پایا دیکھا میں نے
وہ دشمن عقل ہو کہ دارا سے تا گدا
کیا ہے مجنوں پایا دیکھا میں نے

(۱۳۳)

ہر علم کو یاں قلیل پایا میں نے
ہر راہ کو بے دلیل پایا میں نے
اشیا کی مخلوق تھی یہ دال ہی جو گناہ
انساں کو بہت ذلیل پایا میں نے

(۱۳۴)

راحت کا بجز غم کوئی مفہوم نہیں
بے حس کی طرح دل یہ معلوم نہیں
اشیا کی تخلیق ہیں واللہ سے اچھی نہیں
انسان سے بڑھ کر کوئی مظلوم نہیں

(۱۳۴)

پایانِ خزاں طرب کا گلشن پیدا ہے
تکمیل سے نقص کے دامن پیدا ہے
سب راہ کی آشنا بنی جاتی ہے
انسان کو زندگی اجیرن پیدا ہے

(۱۳۵)

اک قاعدہ سمجھا ہے اور کچھ بھی نہیں
تشکیک کا سلسلہ ہے اور کچھ بھی نہیں
سمجھا ہے جسے تو نے ایقان یقیں
اک وہم کا ارتقا ہے اور کچھ بھی نہیں

(۱۲۹)

بس اک آرزو ہیں کوئی مقصود ہی نہیں
احساس کی طلب ہیچ ہے سو وہم ہی نہیں
اس فیض ازل سے جب کہ گنج ہیں تہِ نگاہ
صد شکر کہ اک ذرہ بھی محروم ہی نہیں

(۱۳۰)

دامن کو ہمیشہ[له] سمیٹا کیا ہے
دریا کی آنکھوں سے بہایا کیا ہے
پیشانیٔ اجل کو دیا دان نیا ہے
ہم نے تو آب لا کے پیا کیا ہے

له حضرت فانی بدایونی خاص طور سے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۳۲)

جس وقت چھلکتی ہے مینائے حسیں
راغب ہوتا ہے ذات باری کا یقیں
کرتا ہوں جب انساں کی تباہی پہ نظر
دل پوچھنے لگتا ہے خدا ہے کہ نہیں

(۱۳۳)

ساغر ہے ازل کے دن سے خالی تیرا
گلشن ہے رہین پائمالی تیرا
افسوس کہ اس دہر میں اے نوع بشر
وارث نظر آتا ہے نہ والی تیرا

(۱۳۵)

خود اپنی ہی دانست سے باہر ہو جاؤں
دیکھی ہی نگاہِ حیرت میں شرر ہو جاؤں
ہستی ہے جو وہ تقاضائے ضربِ کاکل
اسبابِ یکدوں آئینے میں تماشائے فر ہو جاؤں

(۱۳۶)

یہ نارِ جہنم ہے سو کچھ بھی نہیں
یہ دونوں جہاں ذرہ سے آگے کچھ بھی نہیں
اللہ کو بندوں سے بیاں از دوا
اللہ کی رحمت کے سوا کچھ بھی نہیں

جلوؤں کی ہے بارگاہ میرے دل میں
غلطیدہ ہیں مہر و ماہ میرے دل میں
اِس دورِ خرد میں عشق گُم ہو جاتا
مِلتی نہ اگر پناہ میرے دل میں

(مُصنّف)

واقعات پردے میں ہیں اور "واردات" کاغذ پر
کس میں "واقعات" بیان کرنے کی ہمت ہے کہ
"واردات" کی نقاب اُٹھ جائے ؟
مچھلیاں زیرِ آب ہیں، اور حلقے سطحِ آب پر
کس میں غوطہ لگانے کی طاقت ہے کہ مچھلیوں کا آب
و رنگ معلوم کر لے ؟

(۳)

پھولوں سے کبھی گلے ملتی تھی کبھی
ہاں مصر میں یہ نسیم چلتی تھی کبھی
وہ لہر گزر رہی ہے تم سے رنج سے
جو دوش سے زلف پہ مچلتی تھی کبھی

(۴)

الفاظ میں غلطیدہ ہے جادو گویا
آواز بدل رہی ہے پہلو گویا
ہے کان تک درد، عیاذاً باللہ
لفظوں سے ٹپک رہے ہیں آنسو گویا

(۵)

کیا عشق کا بھی اثر ہے اللہ اللہ
اپنے سے وہ بے خبر ہے اللہ اللہ
تزئین سے زلف کی ہے ارماں جس کا
قرباں پہ مرے وہ سر ہے اللہ اللہ

(۶)

دل سینۂ نازک میں مچل جاتا ہے
چشمہ تری آنکھوں کا اُبل جاتا ہے
اللہ رے سوزِ غم کہ میرے آگے
پتھروں کا آگ سے پگھل جاتا ہے

(۱۱)

اٹھتی ہی نہیں شدتِ حرماں سے نگاہ
بنتی ہی نہیں بنائے سے زلفِ سیاہ
ٹوٹی ہیں بلائیں، اور میں یوں مجبور!
یا رب، یا الٰہ، یا خدا، یا اللہ!

(۱۲)

آواز میں غلطاں ہیں نگاہیں گویا
گردن میری ہے، تیری بانہیں گویا
اس کرب سے اٹھ رہی ہیں نیچی نظریں
آنکھوں سے نکل رہی ہیں آہیں گویا

(۱۲)

وہ زردی کا رخ، وہ ناتوانی تیری
ہاے وہ خموشی، نوحہ خوانی تیری
راتیں وہ مجھے یاد ہیں، جب میرے لئے
سونے کو ترستی تھی جوانی تیری

(۱۳)

ارماں تھے، وہ کیا نکالا دل پھر تیرے؟
مجروح تھے گردوں سے بیاباں تیرے
اب لاؤں کہاں سے میں وہ راتیں افسوس!
پاتے تھے ہم سے لیے جب آنسو تیرے

(۱۳)

دہائی ہے، بیبی جی کی ہے گگر نا پائی پائی

جب بھری جہاں لٹا تو مرنا پائی پائی

یاد صنم ہلال دیا پائی پائی ہوس جنون

پھنس گئے ہم تو پیچیدہ گرنا پائی پائی

---

(۱۴)

اے رونق لالہ زار ادا واپس آجا

اے دولت برگ و بار ادا واپس آجا

اے پیکر زیبائے تجلی پیش

اے نازش لیل و نہار ادا واپس آجا

(۳۹)

صحرا میں چھپی سی کی دل پہ چل جاتی ہے
بیاباں سے کھنچ کر بس جاتی ہے
حیران ہوں کر کس طرح گھروں کو تیز
ریگ زارہ جاناں میں بہل جاتی ہے

---

(۴۰)

گلشن میں کہاں سے پیدا ہے
تشبیہ کا جو نقش ابھر آیا ہے
اس میں سے ہلکی سی بالائی کی تہ
شیشے میں نیلی کی لطف سا ہے

(۱۱)

الّا سے ہے نجات میرے دل کا
چھپی نہیں کائنات میرے دل کا
ذات ہے جو ہر ذرۂ آفاق میں پنہاں
حاصل ہے وہ اثبات میرے دل کا

(۱۲)

جب تک کہ ظل ہے الٰہ میرے دل میں
ہر داغ وفا ہے ماہ میرے دل میں
پیدا نہیں جو گیر تنگدلی سے
بینش ہے وہ نگاہ میرے دل میں

(۶۴)

ظاہر میں کدورت ہے، صفائی ہے جی کی
ٹھکراتا ہے دل کو، دلربائی ہے جی کی
بیگانہ وشی پہ یارِ شاطر کی نہ جا
نادان! کمالِ آشنائی ہے جی کی

(۶۵)

پھر دل میں چپی کا راج دیکھا میں نے
پھر فرقِ جنوں پہ تاج دیکھا میں نے
پہنچا جو سفرِ عمر تو آخر کے بعد
اپنی جانب پھر آج دیکھا میں نے

(۴۷)

ہر غنچہ شگفتہ حال پاتی ہے جو
ہر موج صبا قرار لاتی ہے جو
پیمانے سے کہہ دیا ہے یہ بات
وہ مے ہے کسی کی یاد آتی ہے جو

---

(۴۸)

ہر عضو زباں ہے بے زباں اے دلدار
ہے جاں لبوں پہ ہے حبیب کا راز
اب ایک نفس کی بھی نہیں ہے توفیق
ہے سلسلۂ عجز ازل تا عمر دراز

(۵۹)

نقشِ فرقت اُبھار دے گالوں پہ
بارِ غصہ اُتار دے گالوں پہ
اس ڈر سے اُٹھا نا اپنی آنکھیں شہ شاہ
آنکھوں کا وہ ڈنک مار دے گالوں پہ

(۶۰)

پیغامِ فراق دے کے سپاہی ترے
اک جان اور اس طرح کی تباہی ترے
وہ بوجھ جو سر کے عیب زائد
وہ بیچ جو دل کا ہی کر اپنی تو ہے

(۵۱)

زیادہ رگوں سے دم کھنچا جاتا ہے
دل بحر میں بیٹھا ہی چلا جاتا ہے
چھٹنے ہی پہ نبضیں ہیں اکھڑنے ہی پہ سانس
اللہ یہ کیا جی کو ہوا جاتا ہے؟

(۵۲)

کہدے یہ کوئی مرے غمگسار و محب
میں ڈوبنے والا ہوں نہ اظہار و محب
فرقت کی ابھی ہیں ابتدائی راتیں
خلوت میں نہ بیٹھو دو یار و محب

(۵۷)

اللہ رے بہشتِ جوانی کا نکھار
ہر نقش پہ قصر ہے جلوہ گر اک ہے بہار
اس طرح وہ گالوں پر ان کے ختن کی ہے
جیسے ہے ہری دوب پہ جیسے بجلی چھپی

(۵۸)

گیسو بالوں میں یوں اس طرح پریشاں ہیں
سنگِ مرمر پہ جیسے پیچ و پیچاں ہیں
جس طرح کسوٹی پہ یوں سونے کے خطوط
یوں رخ پہ جھلک رہے ہیں ایماں ہیں

(۵۹)

جانے والے قمر کو روکے کوئی
شب کے پیکِ سفر کو روکے کوئی
تھک کر مرے زانو پہ وہ سو جائے ابھی
روکے، روکے سحر کو روکے کوئی

(۶۰)

اے حسن بہار، آگ بھڑک جائے گی
صہبا تری، ساغر سے چھلک جائے گی
مجھکو تو یہ ڈر ہے کہ ڈالی کیسی
انگڑائی جو لی جلد لچک جائے گی

پیرانِ سالوس

آں قوم کہ سجّادہ پرستند خرند
زیرا کہ بہ زیرِ بارِ سالوس درند
ویں از ہمہ طرفہ تر کہ در پردۂ زُہد
اسلام فروشند وز کافر بترند

(خیّام)

قبروں پہ مُریدوں کو جُھکاتے رہیئے
ڈھولک پہ سفیہوں کو نچاتے رہیئے
اللہ اگر رُوٹھ رہا ہے، رُوٹھے
کیا اِس سے غرض عُرس مناتے رہیئے

(مصنّف)

(۱۳)

عجب تن کی طرح سے مستانے دیکھے

بابا کی ہیں بابا کے کارخانے دیکھے

تیلیاں کی اونچیلیاں ہیں گر رس ہے

سبزار کی سیچ پہ ادانے دیکھے

(۱۴)

اے شیخ جی تمھی تو رنج اٹھایا ہوتا

اس دل پہ سبھی تو زخم سہلایا ہوتا

اس طرح کی لگانے یا دم ضربیں

بابا دل اگر سہیں لگایا ہوتا

(۵)

ہم ایسے ہیں سزائیں دینے والے
طوفان ہیں قوت شنیہ کھینچنے والے
انگریزی داں بابو بنانے والے
نکالے ہیں خدا کا نام لینے والے

(۶)

بنگال میں راہ بتاتے رہے
الفت سے بیراں ڈراتے رہے
پیچ والوں کو سکھاتے بتاتے رہے
اور شوق سے اہل تمیز کھلاتے رہے

(٩)

ہم دیکھتے ہیں تیشوں کو کیا کہتے ہیں؟

اپنا ہی کہو سب مثل علما کہتے ہیں

لیکن یہ غلام زر ہے اب پیش دربار

مدح شہ و امیر کو خدا کہتے ہیں

(١٠)

افسوس ہمیں پے سر زمانا دیتے ہیں

سب تیری عقیدت کا صلا دیتے ہیں

منعم یہ تجھے نہیں اللہ کے ترتے ہیں

سبنے سے تری حسب اللہ لیتے ہیں

(۱۱)

ہو پرستش کرو اُن امر کھائی جائے

ثقافت اُفق پہ دل کے چھائی جائے

جتنی جتنی آئے وہ دانائی اُس کی

اتنا ہی گناہوں کو بڑھائی جائے

(۱۲)

انسان ہی نہیں کہ جب دبا دیتے ہیں

انسان ہی کو دھوکے میں چھپا دیتے ہیں

پر تیر ارادہ سے صنعیں باندھتے ہیں

قد حضرتِ حق کو بھی زیب دیتے ہیں

(۱۵)

قحط میں تڑپ رہا ہے جیحوں گیا
جنگ میں ہے غزنی کا فسوں گیا
زاہد! ارے بھیس میں بہ شکلِ انساں
غلطاں ہے زمیں پہ گنجِ قاروں گیا

(۱۶)

جنت کے عوض یہ جان دینے والو
گندے پانی میں ناؤ کھینے والو
ہر جنم پہ چاہتے ہو سستی حوریں
اے اپنے خدا سے سود لینے والو!

(۱۰۷)

اے شیخ ! نہ پُوچھ سے پُوچھا حالت میری
دنیا سے نرالی ہے طبیعت میری
تسبیحات ہے تری صوم و صلوٰۃ
تسبیح حیات ہے عبادت میری

(۱۰۸)

باجرم ہے توفیق ، ان کی خطا کے آگے
سب ٹھہرے ہیں پابند قضا کے آگے
واللہ کہ معصوم ہیں رندانِ خراب
ان پہ تو ترس اور ادب کے آگے

آمد سحرے ندا ز میخانۂ ما
کہ اے رندِ خراباتی و دیوانۂ ما
برخیز کہ پُر کنیم پیمانہ ز مے
زاں پیش کہ پُر کنند پیمانۂ ما

(خیّام)

خیّام کے نام

(۱)

طغیان زوال بھی دکھاوے مجھکو
عصیاں کا مآل بھی دکھاوے مجھکو
سرگشتۂ جمال کی نہ چھوڑوں گا شراب
آئینۂ جلال بھی دکھاوے مجھکو

(۲)

مفلوج ہے اصطلاحِ ایماں کرے
فردوس کو زیبِ طاقِ نسیاں کرے
ساقی ہے تشنگی ہے جبیں ہے ایاغ ہے
اس لغزشِ بے تدارک ہے بیاں کرے

(۱۵)

یہ وقت ہے وقتِ ہاؤ ہو اے ساقی
برسات ہے غرقِ رنگ و بو اے ساقی
دے جام کہ ترا رہیں وقت کی جھیل سے ترنگ
جب وقت نہ میں پیالوں کا نہ تو اے ساقی

(۱۶)

دریا کا شباب ہے یہ میں چھلکنا ہے اب
رخسارۂ ساقی کا چھلکنا ہے اب
ساحل پہ رکھے ہوئے پیمانے ہیں
گھلتے ہوئے سونے کا چھلکنا ہے اب

(۱۷)

کیا فائدہ پیچ و تاب کھانے میں ہے
بے تکلفی میں ہے لطف ان تکلف میں ہے
عیاں تو دونوں یکساں ہیں مگر فرق ہے
کھانے میں ہے جو مزا اپنے پینے میں ہے

(۱۸)

ہم دونوں ہیں اک قصہ اور افسانے
مطلب ہے نقطوں کے ہیں یاں جانے
ہر نام ہر دو کر سے ہیں عیاں تی ہم
از طرف و ضد سے اور ہیں پیمانے

(۱۹)

ہاں، ذرا یہاں رنگ جمائے تو سہی
اس جام پہ، اس رات پہ چھائے تو سہی
باطن ہے یہاں ہر ایک ظاہر کا عیاں
اس وقت فقیہِ شہر آئے تو سہی

(۲۰)

آئی ہے گھٹا، مست بنائے گی ہمیں
افلاک پہ جھولے سے جھلائے گی ہمیں
ساقی! ان زلفوں کی بات کہ وہ الجھی ہیں بہت
ڈھونڈے گی بہت، مگر نہ پائے گی ہمیں

(۳۱)

پیتا رہا کیا پھر ابر چھائے گا کبھی
[illegible]
[illegible]
[illegible]

(۳۲)

یہ کس کا تبسم ہے فضا میں ساقی
یہ کس کی جوانی ہے گھٹا میں ساقی
یہ کون بجا رہا ہے شیریں بربط
بھیگی ہوئی بارش کی ہوا میں ساقی

(۴۳)

چہ زمیں سرا یہ کیفِ عشق مستیاں
پہ وقت سے آزادانہ ہیت کا جہاں
تیرہ بیت ہوائے روحِ فریبِ مہ و سال
معدوم ہوائے ماضی و مستقبل و حال

(۴۴)

جاری اس وقت ہے بصد گردشِ جام
معمورۂ ارواح سے پیغام و سلام
شغل ہوائے آتشِ نفس بطلیم جبلات
معبود ہے وجہِ ذوالجلال و اکرام

(۲۵)

مستند ہے میری رباب رکھ دے ساقی
پیمانے میں شراب رکھ دے ساقی
گل کر دے چراغ علم و دانش اللہ
اس طاق میں آفتاب رکھ دے ساقی

(۲۶)

جب رنج ہر لطف کے اوقات اے دل
تشنہ یاس ہے حصول آفات اے دل
دنیا ہے کہ دنیائے طلسم رونما ہوگا
ناشتہ کرے بات ہی اثبات اے دل

(۳۵)

گل رات کو اک مغنیۂ بادہ فروش
ہنگامۂ رقص میں بصد جوش و خروش
یوں گرم سرود تھا کہ اے شاعرِ جوش
یک قطرۂ جنون گراں ز صد قلزمِ ہوش

(۳۶)

پروا ہے کسے، وہم اگر ہے خوں ریز
اک جو کے برابر بھی نہیں خوفِ ستیز
تو ساتھ اگر ہے تو جہنم بھی ہے خلد
اے بادۂ گلشن و نگارِ نوخیز

(۱۷)

دے جام کہ تر شراب سے ہونا ساقی
انسان پہ ترا بار ہے رونا ساقی
مقصود عمل کیا ہے حصول مقصد
مقصود حصول کیا ہے کھونا ساقی

(۱۸)

دے بادہ کہ ہو عقل معطل ساقی
کوئی شے بھی نہیں یہاں مکمل ساقی
تفصیل کی مملکت میں دل تنگ ہوں میں
اجمال کی سلطنت میں لے چل ساقی

(٥٣)

رندی میں نہیں ہے کم نگاہی ساقی
قرن من و شان کج کلاہی ساقی
اللہ کا بندہ بے تعلق ہے یہاں
وابستہ نہیں اوامر و نواہی ساقی

(٥٤)

کیا یہ صفتیں سب کمال اللہ نہیں
یا ذات و اوصاف کمال اللہ نہیں
یہ جا ہے کہ اپنا بھی نہیں ہے معلوم
کس اور کی بابت سے کمال اللہ نہیں

(۵۵)

ہم پھولوں کو سو جام پلانے والے
ہم ذرّے میں سو جشن منانے والے
کیوں آپ نشاط و جامِ گل سے مجبور؟
اے عالمِ آب و گِل میں لانے والے!

(۵۶)

اُٹھ، چھا گئے آسماں پہ بادل کالے
چل جھوم کے دریا کی طرف متوالے!
چل اس کے کنارے کسی پیپل تک، چل
ساحل پہ ہواؤں کے تھپیڑے کھالے

(۵۷)

پیر مرا یہ ارادت نہ رکنے پائے

ساقیا یہ طلب پھرت نہ رکنے پائے

حلقہ سے یاری ہی ہیں لب پہ بیں پر آئے

اے دل آرزو ہے والے آرزو نہ رکنے پائے

(۵۸)

ممکن ہے کہ اب جشن خرابات نہ ہو

اس رات کے بعد پھر کوئی رات نہ ہو

بھر دے ساغر کہ اول لب ہیں جانے دو ادا

ممکن ہے کہ اب کبھی ملاقات نہ ہو

(۶۱)

پیہم آتشِ سوزِ نہانی کی قسم
جنگل میں رسے ہوئے پانی کی قسم
مہکائے نفس کا جوش بڑھے سے
بوسے لبِ گلرنگ جوانی کی قسم

(۶۲)

اے ہوش کے حاملو! خطا کے بندو!
اے حرص کے جاہلو! ہوا کے بندو!
تا چند بنے رہوگے دُمِ مرکبِ عقل؟
راکب بھی کبھی بنو خدا کے بندو!

(۴۳)

دل کی کبھی ہے طرفہ تم و راہ اے ساقی

تارا ہے کبھی، اور کبھی ماہ اے ساقی

وہ بادہ کہ ہے اہلِ خرد کی منزل

باایں یقین و اشتباہ اے ساقی

(۴۴)

اوروں کو بتاؤں کیا میں گھاتیں اپنی

خود کو بھی سناتا نہیں باتیں اپنی

ہر ساعتِ خوش ہے پال مسرو قوت

قدرت سے چھپا رہا ہوں راتیں اپنی

(۲۵)

ہر آن جفائے فلک اُتر رہا ہے
ہر بات پہ آسمان بپھر رہا ہے
کیا پوچھو ہو اب حال غمگین ہیں ہم
جیون غمِ غربت سے گزر رہا ہے

(۲۶)

آیا تھا جو بسانے وہ عمر بیت گیا
بس ہارنے والا تھا کہ جیت گیا
یعنی اس عالمِ فانی سے در پیش ہیں
صبح شب کر دن آج کا بھی بیت گیا

(۹۹)

ہے جی کی جب ایسا لگا دل نے تالی پانی
گردن زِرہ و درع کی تالی پانی
دے بادہ اثر اصطلاح ہوئے ذرا تک لیا ہے
انسان تو یہ جسم کا پیالی پانی

(۱۰۰)

آدم کی سرشت کو خدا را پہچان
پیدا ہے، اور جسم و خطا کا بنیان
ہر جنس پر طرح پیدا کر دی جیسی ہیں
انسان کی نجابت کے ہزار دل فرمان

(۳۳)

چہ زہد ترا اب دیدار باجھ کچھ وی نہیں
چہ یار اگے ارض و سما باجھ کچھ وی نہیں
ہاں جاپدا اٹھا جام کہ دیہنا سر
کر یار انس کی ملت کے سوا باجھ کچھ وی نہیں

---

(۳۴)

یار دل کے نہیں ہوش ٹھکانے ربانی
سجدو دل میں بس پیچ پیچ ہے ترانے ربانی
آگے دُہرو دو دو غلمان و قصور
سایا دو کے ڈھول میں ترانے ربانی

(۵۹)

پیشِ یار اسے کہ دل کے تاب و تبِ جاں ہے
آغوش سے لیلائے طرب جاں ہے
ساقی بغمِ تیغ زباں پر فلک سر دارائے
دنیا ہے گلو سے جام کو تبِ جاں ہے

---

(۶۰)

باغوں پہ وہ چھا گئی جوانی ساقی
سبکی وہ ہوائے زندگانی ساقی
ہاں جلد اٹھا جلد اٹھا جلد کہ مستی کی آگ
آیا وہ برستا ہوا پانی ساقی

(۴۳)

فردوس بریں ہے کہ فضائے چنار
صد ساز جو دل کے ترانے چنار
جنت ہے خاطر یہ حسن کی بنیاد
تزئین اسی ایک ادائے چنار

(۴۴)

یہ زہد و ورع، یہ اتقا کچھ بھی نہیں
یہ فضل و ہنر، یہ فلسفہ کچھ بھی نہیں
رہ جائے گا انتہائے عالم سے باقی
اقرارِ حیات کے سوا کچھ بھی نہیں

(۸۵)

مخمور سے گیر و دار، توبہ، توبہ
انصاف کا خلفشار، توبہ، توبہ
انسان کی سرشت، اور قانونِ سزا!!
مجبور کا اختیار!! توبہ، توبہ

(۸۶)

شعلے میں یہ طوفانِ رطوبت تا چند
خورشید کی انجمن میں ظلمت تا چند
اے کافرِ نعمت، اے جہانِ صالح!
تا چند تشتت سے بغاوت تا چند

(۸۹)

یہ ساعت ہے مے خانۂ صبح خوش اوقات
اے پیر ذرا جھوم کے لہرا کے قنا بات
اے چرخ فلک پر تری دعوت افلاک
اس وقت کہے ہے نہیں ہاتھ میں یہ بات

(۹۰)

جب چھپ گئی تاریک رات میرے دل میں
بہشت ہو گیا رات میرے دل میں
ساقی نے سبو سے اٹھایا جو رباب
تسکین کا سماں بات میرے دل میں

(۹۵)

جو اہلِ رقم ہیں بہکے ہیں ضرور
فیضانِ صبا سے گل بہکے ہیں ضرور
جو رند ہیں پی کے لڑکھڑاتے تو نہیں
البتہ کبھی کبھی بہکے ہیں ضرور

(۹۶)

کس رات کو کی نہ بادہ خواری ہم نے
کب کاکلِ عشرت پہ سواری ہم نے
اب تک تو یہ رات جس کو کہتے ہیں شباب
زلفوں ہی کے سائے میں گزاری ہم نے

(۱۰۳)

پیمانے میں ہے بادۂ اسرار نواز
نغمے ہیں زمیں پہ، آسماں پر آواز
پہلو میں مچل رہا ہے اک مست شباب
اے میری شبِ ماہ تری عمر دراز

(۱۰۴)

اسرار، زباں کھول رہے ہیں، ہم دو
نشے کو سرے تول رہے ہیں، ہم دو
اے نغمہ گرانِ بارگہِ ساقی
جبریل امیں بول رہے ہیں، ہم دو

(۱۰۷)

زیبا نہیں شیخ زندگانی ایسی

اللہ سے اور بیگانی ایسی!

بے شاہد و بادہ جس کی راتیں گزریں

توہین بہشت ہے جوانی ایسی

(۱۰۸)

کل موتیوں کو رول دیا ساقی نے

سینے میں مجھے تول دیا ساقی نے

پیتیں سے کہ کھلتا نہیں مقصود حیات

میخانے کا در کھول دیا ساقی نے

مُتَفرّقات

جُھکتا ہوں کبھی ریگِ رواں کی جانب
اُڑتا ہوں کبھی کاہکشاں کی جانب
مجھ میں دو دل ہیں، اک تو مائل بہ زمیں
اور ایک کا رُخ ہے آسماں کی جانب (مصنّف)

آئے گا نہ جانے کب زمانہ اپنا

آگے کئی صدیوں ہے ترانہ اپنا

قدرت سے ملا ہے مجکو صد حیف یہ حکم

بہروں کو سنائے جا فسانہ اپنا

(مصنّف)

(٧)

کیا عمر کے ساتھ جوش چڑھتا ہے

کیوں شیب کے ساتھ بھی نہ ڈھلتا ہے؟

جذبات چڑھتے ہیں وقت پہ عمر سوار

کیوں عمر سے آگے نہ نکلتا ہے؟

(٨)

بھٹکے ہوئے انسان کو دیکھو تو ذرا

اس عقل کے نادان کو دیکھو تو ذرا

کس طرح اکڑ اکڑ کے رکھتا ہے قدم

دو پاؤں کے حیوان کو دیکھو تو ذرا

(۱۱)

بلیغ کی گل و حسن میں ہے رسالت حیراں
تحقیق میں مصروف ہے شاعر کی زباں
تبلیغ ہے سنت رسولانِ سلف
تحقیق ہے سنت خدائے دو جہاں

(۱۲)

ہر دل پہ جو دل کا بار گراں ہے اے دل
اور دل کے لیے جو قید مکاں ہے اے دل
یہ غیر میں آئے تو اک جبر ہے بیں رفیق
یہ آدمی بنا کا وجدان ہے اے دل

(۱۵)

یہ دبدبہ یہ رونق، اللہ اللہ
سری کا یہ طمطراق، اللہ اللہ
سیکھے ترا افسر کہاں سے یہ سبق
زیبا ترا طمطراق، اللہ اللہ

(۱۶)

ماضی نے جھلک اپنی دکھائی کیا کیا
تاریخ نے کی جلوہ نمائی کیا کیا
یکجا و جلیل شکوہ سلطان کا طلب
شاعر کی گدا اس سے اٹھائی کیا کیا

(۱۷)

رازِ کون و مکاں کا محرم ہوں میں
بیتاب ہوں، بے چین ہوں، بیمار ہوں میں
مجھ میں پنہاں ہیں پیچ و پیش ارض و سما
گہوارۂ طفلک، دو عالم ہوں میں

(۱۸)

قائم ہے جو طور، یہ سمجھ پایا نہیں
باقی ہے جو دور، یہ سمجھ پایا نہیں
احسان کیا ہے آج جس بندے نے
کس وجہ سے کیا ہے، یہ سمجھ پایا نہیں

(۱۹)

انسان کے سینے پناہ اژدر سے بھاگ کر
بھاگو ایل جنون و جوہر، بھاگ کر
پہلے آگ پر پاؤں پہ رکھ دے سر بھی
لازم ہے کہ پاؤں سر پہ رکھ کر بھاگ کر

(۲۰)

ساونت ہوں سب کی سے دنیا ہوں میں
دوزخ سے نہ زندگی سے دنیا ہوں میں
اس لطف دنیا دیوی کے اوصف
دنیا اس سے آدمی سے دنیا ہوں میں

(۲۹)

ٹھیٹھ پن کی وہ نشستیں عیب از آبائیں

جس طرح زبان پہ چیران و تپ وہ

الفاظ ان کے ڈال دیتے ہیں پیچ

جب وقت گزرتی ہے معانی کی سپاہ

---

(۳۰)

سبھاؤ سکن الفاظ میں کیجیو ہمراز

الفت کے وقت کا سوز و گداز

اس طرح چھپکتی ہیں جیسی ہیں کلیاں

اطفال کی چہکیاں کی ہے آواز

(۴۱)

بہار آئی ہے کون گلستاں کا اے دل
اندازہ الگ ہے یہاں کا اے دل
کہتا ہے جسے داغ یہ پھیلے گل ہیں
دراصل یہ تصویر ہے خزاں کا اے دل

(۴۲)

جب رات کو چھپتے ہیں بادل کالے
ظلمت میں پہنچتے ہیں دلوں کے چھالے
پیاں آتے ہیں وحشت کی تاریکی میں
پتنگ سے ہے دل کو چھپنے والے

(۴۳)

رقصاں ہے ہر اک روش پہ بلبل آج
روشن کئے ہیں گلستاں نے سراج
سرو و سمن و سنبل و نسرین و گلاب
اٹھا ہے عروسِ رنگ و بو کا نقاب

۴۴

دل کھلے ہے صداقت ہیں زر ان افکار
پیتا ہے ہر اک قدم پہ پائل کے دوچار
بیچ و قطع منازل پہ نہیں ہے قادر
جب تک کہ نہ ہو ہمت کے کلانہ بیدار

(۵۳)

ہر راہ میں اک شور ہے راحت کے لئے
ہر گام پہ اک حشر ہے عشرت کے لئے
غفلت کی کتاب و جیب سب ہیں تیار
سامان کیے ہیں اجل کی دعوت کے لئے

(۵۴)

پہچان لیں ہم اگر شباب کا انجام
پیری ہے ثمر شباب کا انجام
آنکھوں سے تمام ثمرات نبات کا ہے
اور صبح کا آنا ہے شب کا انجام

(۵۹)

پی کی جو قریب آئے، اُبھر جائے ہے جوش
دل ہے تو بگڑتے ہیں، بپھر جائے ہے جوش
کونین تری راہ میں حائل ہے اگر
کونین کو ٹھکرا کے گزر جائے ہے جوش

(۶۰)

اپنے ہی سے کب غرور کرتا ہوں میں
کب خواہشِ برقِ طور کرتا ہوں میں
بندے سے اگر ہے نازشِ خوئے نیاز
اللہ سے بھی غرور کرتا ہوں میں

(۶۳)

موجوں سے جدا ہے زندگانی تیری
خشکی میں بھی خشک ہے کہانی تیری
جاڑے کی شبیں بھاگ رہی ہیں بے جوش
کس خوابِ گراں میں ہے جوانی تیری؟

(۶۴)

بگڑی ہوئی عقل سے حماقت بہتر
دھوکے کی محبت سے عداوت بہتر
شیطان و ابوجہل کی عظمت کی قسم
سو بار غلامی سے بغاوت بہتر